نوٹس

شرح معانی الآثار

مؤلف

حضرت علامہ مولانا

محترم جناب حافظ

حمزہ ارشد

جامعۃ المدینہ گوجرانوالہ

رابطہ نمبر = (0321-6142602)

Mon Tue Wed Thu Fri Sat منگل ① Date: 5/10/2021

(1) نام + نسب اور نسبت (2) تاریخ پیدائش

(3) تعلیم اور تربیت (4) مشائخ

(5) تحویل مذہب (6) تلامذہ

(7) اقوال آئمہ (8) کتب

(9) تاریخ وفات

(1) نام:

ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ

نسبت:

ازدی + حجری + مصری + طحاوی + حنفی

قبیلہ ازد کی ایک شاخ حجر ہے

(2) تاریخ پیدائش

(1) 229ھ (2) 237ھ (3) 239ھ، راجح قول

ٹوٹل عمر 92 سال

(3) تعلیم و تربیت

انکی پیدائش ایک علمی گھرانے میں ہوئی انکی والدہ امام شافعی کے اصحاب میں سے ہے۔ اور ان کے والد بھی شاعر و ادیب تھے

(4) مشائخ

(1) ابراہیم مزنی جو کہ امام شافعی کے شاگرد اور انکے ماموں ہیں۔ 30 سال تک انکی شاگردی کی

(2) ابو جعفر احمد بن ابی عمران (3) امام نسائی

H Fee

(5) تحویل مذہب۔

29 سال یا 31 سال یا پھر 39 سال تک یہ فقہ شافعیہ کے مقلد رہے۔ اور اس وقت اپنے ماموں کے شاگرد تھے۔
یہ بچپن میں اتنے عمدہ نہ تھے ماموں نے عالم نہ بننے کی قسم اٹھا لی

وجوہ۔

(1) بوجہ غضب استاد یعنی بچپن میں ماموں نے سخت ڈانٹ ڈپٹ کی اس وجہ سے تحویل مذہب کیا۔ یہ قول ضعیف ہے

(2) ان کے ماموں امام مزنی بذات خود امام اعظم اور ان کے تلامذہ کی کتب سے مسائل بیان کرتے تھے

(3) امام یوسف سے روایت ہے کہ امام طحاوی جب باہر سے آنے والے عالم دین سے فیض حاصل کرتے اور ان سے مسائل پوچھتے پھر ان سے متاثر ہو کر تحویل مذہب کیا

(4) امام طحاوی فقہ شافعیہ پڑھتے تھے تو ایک مسئلہ پڑھا اگر عورت مر جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ ہو تو اس عورت کا پیٹ چاک کر کے بچہ نہیں نکالا جائے گا۔

تو آپ نے فرمایا کہ میں اس مذہب پر راضی نہیں ہوں جو میری ہلاکت کا ارادہ کرے۔ کیونکہ ان کی والدت کا سلسلہ بھی کچھ اس طرح کا ہے۔

(6) تلامذہ

(1) ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی
(2) ابو بکر احمد بن محمد
(3) احمد بن قاسم
(4) اسماعیل بن احمد
(5) ابو بکر جصاص

(7) اقوال آئمہ۔

(1) امام عینی فرماتے ہیں کہ امام طحاوی کی ثقاہت اجماع سے ثابت ہے
(2) ابن یونس + ابن عباس سے روایت ہے
كَانَ ثِقَةً ثَبْتًا فَقِيهًا عَاقِلًا لَمْ يُخَلِّفْ مِثْلَهُ
(3) علامہ اتقانی فرماتے ہیں کہ تمام مذاہب میں آپ جیسا کوئی نہیں۔
(4) ابن جوزی فرماتے ہیں كَانَ ثَبْتًا فَقِيهًا عَالِمًا عَاقِلًا وَاتَّفَقُوا عَلَى فَضْلِهِ وَصِدْقِهِ وَزُهْدِهِ وَوَرَعِهِ

H free

(8) کتب

(1) اختلاف العلماء
(2) شرح معانی الآثار
(3) مشکل الآثار
(4) عقیدہ الطحاویہ

عقیدے والے آئمہ کرام آپکو منہج قرار دیتے ہیں

(9) وفات

آپکی تاریخ وفات 321 ھ ہے

مختلف اقوال

(1) امام طحاوی کو آئمہ کرام نے مجتہد کہا ہے۔ بعض لوگوں نے آپکو مجتہد مطلق کا نام دیا اور بعض نے مجتہد فی المذہب کہا۔
(2) صاحبین نے اس کو ذکر کیا اور علامہ عینی نے بھی اسی بات کو ذکر کیا ہے
(3) امام طحاوی کو لاکھوں حدیثیں یاد تھیں۔

H [signature]

شرح معانی الآثار کا تعارف

(نوٹ) شرح معانی آثار یہ کسی کتاب کی شرح نہیں ہے بلکہ حدیث پر ایک مستقل کتاب ہے

تعارف۔

جب بھی کسی کتاب کا تعارف کروایا جاتا تو اس میں چار چیزیں ذکر ہوتے ہیں

(1) سبب تالیف (2) مقصد تالیف

(3) منہج تالیف (4) کتاب کا اجمالی خاکہ

(1) سبب تالیف۔

امام طحاوی اس کتاب کے مقدمہ میں خود فرماتے ہیں۔ کہ مجھ سے لوگوں نے سوال کیا۔ ایک حدیث کی ایسی کتاب لکھو جو احکام پر مشتمل ہوں۔ اور جن احادیث کو ملک ملحدین یعنی منکر اسلام اعتراض کرتے ہیں۔ اس میں باہم تعارض دور ہو جائے۔ اور ہر حدیث کا محل کیا ہے اس کے خلاف کوئی آیت یا حدیث ہو تو اس کو واضح کروں۔ جس سے کمزور لوگوں کے وہم کو دور کر دیا جائے۔ اس چیز کو ذکر کروں۔

(H) Gee

(2) مقصد تالیف۔

اس کتاب کا مقصد تالیف
اس بات کو واضح کرنا کہ مذہب احناف حدیث
سے باہر نہیں ہے۔ امام اعظم کے مذہب کو تقویت
دینا ہے۔ جس میں فن علم الرجال
علم الحدیث اور مسائل فقہ کو موتیوں کی
طرح پرو دیا۔ اس کتاب کا مقصد جمع
حدیث نہیں ہے بلکہ تقویت مذہب ہے

(3) اسلوب۔

جتنی بھی احادیث نقل کی
ہیں وہ سب اپنی سند سے ذکر کی ہیں۔
سب سے پہلے مخالف کی حدیث کو ذکر کر کے
فرماتے ہیں کہ بعض لوگ اس طرف مائل
ہوئے ہیں۔ پھر مذہب احناف کو ذکر
کرکے حدیث بیان کرتے ہیں۔ اور پھر اس
کے محمل کو بیان کرتے ہیں۔ پھر اگر اس میں
تطبیق ممکن ہو تو تطبیق کرتے ہیں۔
اگر تطبیق نہ ہو تو پھر ترجیح دیتے ہیں

(4) اجمالی خاکہ۔

اس کتاب میں 126 مشائخ ذکر ہیں
جن سے 7467 حدیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں

اس کتاب میں کتب کی تعداد 47 ہیں
جن میں تقریبا 337 ابواب ہے۔

تالیف تحقیق۔

علامہ عینی نے اس پر تین شروحات
لکھی ہیں۔ جو درج ذیل ہے
① نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی
شرح شرح معانی الآثار
(2) نخب الافکار۔ یہ (١٥) جلدوں پر ہے
(3) مبانی الاخبار۔ یہ (36) جلدوں پر ہے

شرح معانی آثار

شرح معانی الآثار یہ سنن کا
درجہ رکھتی ہے۔ یعنی یہ ابواب فقہ کے
اعتبار سے ترتیب شدہ ہے
اور حدیث میں تقویت کے اعتبار سے ابوداؤد
کے درجہ کی کتاب ہے۔

اختلافِ ائمہ

آذان میں ترجیع اور ترجیع کے بارے میں

ترجیع۔ اللہ اکبر چار بار ذکر کرنا ترجیع ہے

ترجیع شہادتین کو دو مرتبہ ذکر کرنا۔

مذاہبِ ائمہ

امام شافعی۔ ان کے نزدیک آذان کے کلمات (19) ہیں یعنی ترجیع اور ترجیع دونوں ہے۔

دلیل۔ حضرت ابو محذورہ کی حدیث مبارکہ کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آذان سکھائی جو (19) کلمات پر مشتمل تھی۔

امام مالک۔

ان کے نزدیک آذان کے کلمات (17) ہیں۔ ترجیع نہیں ترجیع ہے

دلیل۔

حضرت ابو محذورہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ نے آذان سکھائی جیسے تم اب آذان دیتے ہو۔ وہ آذان تھی جس میں ترجیع تھی۔

امام اعظم

ان کے نزدیک آذان کے کلمات (15) ہیں۔ یعنی ترجیع ہے ترجیع نہیں ہے

دلیل۔ حضرت عبداللہ بن زید نے خواب دیکھا کہ آسمان سے ایک بندہ اترا جس پر سبز رنگ کے کپڑے تھے اور دیوار پر کھڑا ہو کر آذان دی۔ تو انہوں نے حضور کی بارگاہ میں عرض کی تو حضور نے فرمایا کہ یہ آذان بلال کو سکھا دو۔ جب آذان پڑھی تو اس میں ترجیع تھی:

عقلی دلیل۔ ترجیع ہونے پر

آذان میں دو طرح کے کلمات ہیں بعض ایک مرتبہ آئے ہیں اور بعض دو مرتبہ آئے ہیں۔ اور جو دو بار آئے ہیں تو وہ اس کا نصف ہو کر آئے ہیں جیسے شہادتین شروع میں دو بار ہے اور جب بعد میں آیا تو اس کا نصف ہو کر آیا۔ اور اللہ اکبر آخر میں دو بار ہے تو اس سے پتہ چلا کہ شروع میں چار بار ہونا چاہئے

(H) Gee

تطبیق + جوابات

(1) علامہ شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ جب تعلیم کا سلسلہ جاری کرتے تو ایک ہی کلمہ کو دو سے تین مرتبہ ذکر کرتے تھے۔ چونکہ حضور حضرت محذورہ کو سکھا رہے تھے اس وجہ سے انہوں نے گمان کر دیا کہ آذان میں ترجیع ہے۔

(2) صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ ترجیع شروع اسلام میں تھی اب نہیں ہے

(3) آذان میں اصل حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث مبارکہ ہے اور اس میں ترجیع نہیں ہے کیونکہ آذان میں مقصود کلمات حی فلاح اور صلوۃ ہیں۔ جب ان میں ترجیع نہیں ہے تو دیگر میں بدرجہ اولی نہیں ہو گی۔

(4) حضرت ابو محذورہ کا ترجیع کرنا اور فرمانا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح آذان سکھائی ہے تو وہ کسی حکمت کی وجہ سے تھا۔ اور حکمت یہ تھی کہ جب انہوں نے پہلی مرتبہ آذان دی تھی تو اس میں آواز بلند نہ کی تھی۔ اس وجہ سے دوبارہ بلند آواز سے آذان دینے کا حکم دیا۔

۲۱ Ace

الفاظ اقامت میں اختلاف آئمہ

اختلاف آئمہ

امام مالک۔

ان کے نزدیک اقامت

کے کلمات (10) ہیں

دلیل۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ حضرت بلال کو حکم دیا گیا کہ آذان میں کلمات دو بار ذکر کرے اور اقامت میں وتر یعنی ایک بار۔

امام شافعی + امام احمد بن حنبل۔

ان کے نزدیک اقامت کے کلمات (11) ہیں۔ قدقامت الصلوٰۃ کو دو مرتبہ ذکر کرتے ہیں۔

دلیل نقلی۔ حضرت بلال کو حکم دیا گیا کہ آذان میں کلمات دو بار ہیں اور اقامت میں ایک بار سوائے قدقامت الصلوٰۃ کے

دلیل عقلی۔ اقامت آذان کے بعد ہوتی ہے اس وجہ سے یہ کلمات دوبارہ وارد ہو رہے ہیں اس لیے پہلی بار کا نصف ہو کر وارد ہوں گے۔ اور چونکہ قدقامت الصلوٰۃ آذان میں نہیں ہے اس وجہ سے یہ دو بار ذکر کریں گے۔

امام اعظم

اقامت آذان کی مثل ہے صرف دو کلمات زائد ہیں۔ اس طرح کل کلمات (17) ہوں گے

دلیل امام اعظم۔

(1) حضرت بلال نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی وصال ظاہری کے بعد جو اذان و اقامت دی
ہے۔ تو وہ جفت جفت کہتے تھے۔

(2) صحابہ کرام کا عمل بھی اسی پر ہے۔

(3) حضرت محذورہ کی روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت
مثل اذان سکھائی یعنی جفت جفت

(4) حضرت عبداللہ بن زید کی خواب
والی حدیث مبارکہ۔

جواب۔

اقامت اذان کے بعد ایک مستقل
الگ عمل ہے۔ اس وجہ سے اس کو اذان
پر قیاس نہیں کر سکتے۔

یوتر کا مطلب۔

یوتر سے مطلب یہ ہے کہ
اقامت جلدی جلدی کہہ دی جائے بغیر کسی
قسم کے وقفہ سے۔

الصلوٰۃ خیر من النوم میں اختلاف آئمہ

بعض آئمہ۔

ایک قوم کے نزدیک آذان فجر میں الصلوٰۃ خیر من النوم کو ذکر کرنا مکروہ ہے۔ اس میں امام شافعی کا ایک قول ہے + عطاء بن رباح + اسحاق۔

دلیل۔ حضرت عبد اللہ بن زید کی روایت میں یہ کلمات نہیں ہے اس لیے ان کا اضافہ کرنا مکروہ ہے۔

آئمہ اربعہ۔

ان کے نزدیک آذان فجر میں ان کلمات کو ذکر کرنا جائز و مستحب ہے۔

دلیل۔

رسول اللہ نے جب ابو محذورہ کو سکھائی تو اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کی تعلیم بھی دی اور عبد اللہ بن زید کی روایت مجمل ہے اور حضرت ابو محذورہ کی مفسر روایت ہے۔

(2) حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ آذان فجر میں تثویب ہوا کرتی تھی۔ صحابہ کرام کا عمل بھی اسی پر ہے۔

H Clear

فجر کی اذان وقت سے پہلے جائز ہے یا نہیں

مذاہب آئمہ۔

آئمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک وقت سے پہلے بھی اذان ہو جاتی ہے۔

دلیل۔ حضرت سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلال رات میں اذان دے دیتے ہیں انکی اذان کو وقت نہ کہو۔ جو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم اذان دیں

مذہب طرفین۔

امام اعظم + امام محمد + امام نووی اور امام زفر کے نزدیک طلوع فجر سے پہلے فجر کی اذان نہیں ہوگی۔

دلیل طرفین

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کو حضرت بلال کی اذان سحری سے نہ روکے۔ وہ اذان دیتے ہیں اس لیے تاکہ تمہارا غائب لوٹ آئے اور سوئے ہو جاگ جائیں اس سے ثابت ہوا کہ حضرت بلال کی اذان یہ فجر کیلئے نہ تھی بلکہ وہ سحری کیلئے اذان دیتے تھے۔

آذان و اقامت کے افراد میں اختلاف مذاہب آئمہ۔

مؤذن کے علاوہ کسی اور شخص کا اقامت کہنا درست نہیں۔

دلیل۔

حضرت زیاد بن حارث سودائی فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا جب فجر طلوع ہوئی تو حضور نے مجھے آذان کا حکم دیا۔ تو جب جماعت قائم ہونے لگی تو حضرت بلال اقامت کہنے لگے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے بھائی سودائی نے آذان دی ہے (من اذّن فھو یقیم)

امام اعظم

مؤذن کے علاوہ دوسرے شخص کا اقامت کہنا بالکل جائز ہے

دلیل۔

حضرت عبداللہ بن زید نے جب خواب دیکھا تو رسول اللہ کی بارگاہ میں آئے۔ تو فرمایا کہ یہ الفاظ بلال کو سکھا دو کہ وہ زیادہ بلند آواز والے ہیں۔ جب ایسا ہوا تو حضرت عبداللہ

نازم ہونے کہ خواب میں نے دیکھا اور آذان نہیں دے پایا۔ تو فرمایا کہ تم اقامت کہہ دو۔ تو پتہ چلا کہ اقامت موذن کہ علاوہ دوسرے شخص کا کہنا یہ بالکل جائز ہے

انکی دلیل کا جواب۔

وہ حدیث مبارکہ بھی ہمارے خلاف نہیں ہے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ موذن کا اقامت کہنا درست ہے۔ لیکن موذن کہ علاوہ کا بھی اقامت کہنا جائز ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو منع فرمایا تھا تو وہ افضل پر عمل کرنے کیلئے منع کیا تھا۔

دلیل عقلی۔

شرع میں عبادت دو طرح کی ہے

① ایک وہ جو تجزی نہیں ہوتے ان کو صرف ایک ہی بندہ مکمل ادا کر سکتا ہے جیسے نماز، روزہ اور دوسرا وہ جو تجزی ہوتا ہے۔ چاہے ان میں کتنے بھی لازم ملزوم ہو۔ جیسے خطبہ اور جمعہ اس کو دو اشخاص قائم کر سکتے ہیں۔

② اقامت اور جماعت حالانکہ یہ بالکل قریب ہیں اذان و اقامت کی نسبت۔ تو جب یہ دو الگ بندے قائم کر سکتے ہیں۔ تو اذان و اقامت بھی دو بندے قائم کر سکتے ہیں۔

آذان کے جواب میں اختلاف آئمہ

اختلاف آئمہ

(1)

امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک آذان کے جواب میں کلمات آذان ہی دہرائے جائیں گے۔

دلیل۔ حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ جب تم مؤذن کو سنو تو وہی کلمات کہو جو مؤذن نے کہے۔

(۲) عبداللہ بن عمرو قرشی فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عاص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب تم مؤذن کو آذان دیتے سنو تو اسی کی مثل جواب دو پھر مجھ پر درود پاک پڑھو۔

امام اعظم۔

امام اعظم اور امام مالک و احمد بن حنبل کی مشہور روایت کے مطابق آذان کا جواب شہادتین تک مثل آذان ہوگا اور جو دیگر آثار آئے ہیں اور کلمات کے مطابق ہوگا۔ اور فلاح اور صلوۃ کے صیغوں میں فرق ہوگا۔ کہ لاحول ولا قوۃ وغیرہ کہے گا۔

(H) Ace

کیونکہ مؤذن کلمات ذکر کو بیا لوگوں کو بلانے کیلئے

اور سامع ذکر کی نیت سے دہرا رہا ہے۔

دلیل امام اعظم

حضرت عمر بن خطاب نے آذان

کے جواب میں سارے کلمات پر رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیے ہیں۔

جواب واجب ہے یا مستحب۔

احناف۔ متقدمین احناف کے نزدیک

آذان کا جواب دینا واجب ہے۔

امام شافعی

امام شافعی اور جمہور فقہاء کے نزدیک

جواب دینا واجب نہیں مستحب ہے۔

امام طحاوی کی دلیل۔

حضرت علقمہ نے حضرت عبد اللہ سے روایت کی

ہم رسول اللہ کے ساتھ سفر میں تھے۔ تو مؤذن نے آذان

دی جب اس نے اللہ اکبر کہا تو حضور نے کہا۔

(**علی الفطرۃ**) جب شہادتین کہا تو فرمایا

خرج من النار۔ تو حضور نے جواب نہیں دیا

تو ایک بار کا ترک بھی ترک وجوب کا سبب ہے

متاخرین احناف۔

وجوب کی دو قسمیں ہیں (۱) وجوب بالقول

(۲) وجوب بالفعل۔

عصر کے ابتدائی وقت میں اختلاف

اختلاف آئمہ

آئمہ ثلاثہ + صاحبین

ان حضرات کے نزدیک عصر کا وقت سایہ اصلی کے علاوہ ایک مثل سایہ پر شروع ہوتا ہے

دلیل۔

امامت جبرائیل والی حدیث مبارکہ جس میں پہلے دن عصر ایک مثل سایہ ہونے پر پڑھائی

امام اعظم۔

امام اعظم اور جمہور احناف کے نزدیک عصر کا وقت سایہ اصلی کے علاوہ دو مثل سایہ پر شروع ہوتا ہے

دلیل۔

صلی العصر اذا کان ظلک مثلیک

احتمال۔

امامت جبرائیل والی حدیث مبارکہ دیگر صحابہ کرام کے علاوہ حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے۔ اور اصلی العصر والی روایت بھی ان سے مروی ہے۔ جس میں سائل کے سوال پر جواب دیا۔ دو مثل سایہ ہونے کا بتایا۔

اور جب راوی کا فتویٰ اپنی روایت
کے خلاف ہو تو اس بات کی دلیل بنتا
ہے کہ اس کی روایت یا منسوخ ہے یا پھر
وہ روایت محتمل ہے۔

(۲) صحابی جب کوئی ایسی چیز بیان کرے
جو اپنی عقل اور قیاس سے بیان نہیں
کیا جا سکتا۔ تو پھر لازمی طور پر یہ حدیث
مبارکہ حدیث مرفوع کے درجے میں ہوگی۔

عصر کے اختتامی وقت میں اختلاف

اختلاف آئمہ۔

آئمہ ثلاثہ + امام طحاوی

ان کے نزدیک عصر کا وقت اصفرار شمس کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے

دلیل۔

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے
اِنَّ آخِرَ وَقْتِهَا تَصْفَرُّ الشَّمْس۔

(۲) وہ روایات جو مکروہ وقت میں نماز پڑھنے کی ممانعت کے بارے میں ہے وہ بھی انکی دلیل ہے۔

امام طحاوی کی تاویل۔

امامت جبرائیل میں جو عصر دوسرے دن دو مثل سایہ ہونے پر پڑھائی تو یہ وقت افضل ہے۔ یعنی کہ یہ افضل وقت ہے۔ اس کے بعد جس نے پڑھی تو اس نے افضل کو فوت کر دیا۔

احناف۔ امام مالک کی ایک روایت
عصر کا وقت غروب الشمس تک رہتا ہے

دلیل۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ مَن اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْر

قبل ان تغرب الشمس فقد ادرک العصر

اس روایت میں رکعت یا سجدہ وغیرہ
کی جو قید ہے وہ قید احترازی نہیں
بلکہ قید اتفاقی ہے۔ یعنی جس نے عصر
کا ایک جزء بھی پا لیا۔ تو عصر
ہو گئی۔ سلام پھیرنا بھی ضروری نہیں

مکروہ اوقات کی روایت کا جواب۔

یہ روایات حضرت ابو ہریرہ
کی روایت سے ٹکرا رہی ہے۔ تو اس میں
تطبیق یہ ہے کہ اس وقت تک دیر
کرنا یہ گناہ ہے۔ تو جو نہی والی
روایت ہے وہ معصیت کو بیان کرنے
کیلئے ہے ان میں اختتام کا ذکر نہیں ہے

امام طحاوی کی عقلی دلیل۔

نماز کے اوقات تین طرح کے ہیں۔
ایک وہ وقت ہے جس میں کوئی
بھی نماز پڑھ سکتے نفل وغیرہ بھی۔
اور دوسرا وہ جس میں فرض و نفل
نہیں پڑھ سکتے لیکن قضاء پڑھ سکتے ہیں
اور تیسرا وقت وہ جس میں کوئی بھی
نماز نہیں پڑھ سکتے نہ نفل اور نہ ہی قضاء
تو یہ وقت نماز کی ادا میں نہیں رہتا۔

نوٹ: امام طحاوی بھی امام بخاری اور امام طحاوی روایات کو منسوخ کہتے ہیں

جمعرات

مغرب کے ابتدائی وقت میں اختلاف مذاہب ائمہ

عطاء بن رباح۔

عطاء بن رباح اور طاؤس بن کیسان کے نزدیک مغرب کا وقت تب شروع ہوتا ہے جب ستارے طلوع ہو جائے۔

دلیل۔

حضرت ابی بصرہ غفاری سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز مخمص میں پڑھائی۔ تو فرمایا کہ یہ وہ نماز ہے جو تم سے پہلے لوگوں پر پیش کی گئی تو انہوں نے اسے ضائع کر دیا۔ پس تم میں سے جو کوئی اس کی حفاظت کرے گا۔ اسے دگنا اجر دیا جائے گا۔ **ولا صلوٰۃ بعدھا حتی یطلع الشاھد** شاھد سے مراد ستارہ ہے جو رات کے آنے کی گواہی دیتا ہے

ائمہ اربعہ۔

ان کے نزدیک مغرب کا وقت غروب الشمس سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔

دلائل۔

(1) امامت جبرائیل علیہ سلام والی حدیث مبارکہ جس میں مغرب غروب کے وقت پڑھائی

(21)

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی المغرب اذا وجبت الشمس۔

(۳) حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب میں جلدی کرتے تھے۔

(۴) بعض صحابہ بھی مغرب میں جلدی کرتے تھے

دلیل عقلی۔

رسول اللہ کے صحابہ کرام کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ مغرب کا وقت غروب شمس کا ہے معلوم ہوا ہے کہ دن کے داخل ہوتے وقت صبح کی نماز ہے۔ اسی طرح جب رات داخل ہو رہی ہو تو اس وقت بھی نماز ہونی چاہیے۔ اور وہ مغرب کی نماز ہے یعنی کہ جس طرح طلوع صبح کے وقت فجر کی نماز ہے۔ اسی طرح رات کی ابتداء میں بھی نماز ہے۔

شاہد والی روایت کا جواب۔

شاہد سے مراد یہاں پر رات کا آنا ہے۔ ستارہ مراد نہیں ہے۔ اور جس نے ستارہ مراد لیا ہے اس نے اپنی رائے سے تاویل کی ہے۔ اور جب صحیح حدیث ہو تو اس وقت اپنی رائے کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

مغرب کے اختتامی وقت میں اختلاف مذاہب آئمہ۔

امام شافعی + مالک + احمد بن حنبل + صاحبین

ان تمام حضرات کے نزدیک مغرب کا وقت شفق احمر کے غروب ہونے سے وقت ختم ہو جاتا ہے۔

دلیل۔

امامت جبرائیل والی حدیث میں مطلق شفق کا ذکر ہے۔ تو اس سے آئمہ ثلاثہ نے شفق احمر مراد لیا ہے۔ اور اس بارے میں عبداللہ بن عمر + عبداللہ بن عباس + شداد بن اوس اور عبادۃ بن صامت سے روایت کی ہیں

امام اعظم + عمر بن عبدالعزیز + امام اوزاعی

ان تمام حضرات کے نزدیک شفق سے مراد شفق ابیض ہے۔

دلیل۔

شفق ابیض کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیق + حضرت عائشہ + ابو ہریرہ ابی بن کعب + معاذ بن جبل اور عبداللہ بن زبیر کی روایات مروی ہے

عشاء

آئمہ اربعہ کے نزدیک عشاء کے اختتامی وقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ افضل وقت کے بارے میں اختلاف ہے۔

احناف۔

ان کے نزدیک تہائی رات تک تاخیر کرنا افضل ہے۔ نصف رات تک مباح اور اس کے بعد تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

امام شافعی۔

ان کے نزدیک تہائی رات سے تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ ایک قول نصف کا بھی ہے۔

امام مالک + احمد بن حنبل۔

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اول وقت سے مؤخر کرنا جائز نہیں۔ مگر یہ کہ اس کو کوئی ضرورت پیش آ جائے۔

علامہ عینی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ مکروہ اس وجہ سے ہے کہ اتنی تاخیر یہ نماز کو فوت کرنے کیلئے پیش کرتا ہے۔ کیونکہ اتنی تاخیر کے بعد یا تو سو جائے گا۔ یا پھر جس طرح ادا کرنے کا حق ہے اس طرح ادا نہیں کر سکے گا نیند کی وجہ سے تو اس وجہ سے تاخیر مکروہ ہے۔

(11) [illegible]

جمع الصلاتین میں اختلاف آئمہ

مذاہب آئمہ کرام

آئمہ ثلاثہ + امام مالک کا ایک قول

سفر، مرض اور عذر کی وجہ سے ظہر + عصر اور مغرب و عشاء کو جمع کرنا جائز ہے۔

دلیل۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضور سفر میں دو نمازوں کو جمع فرماتے تھے۔

(۲) حضرت انس سے روایت ہے حضور جب دن میں سفر کی جلدی فرماتے تو ظہر اور عصر کو جمع فرماتے تھے۔

عقلی دلیل۔ عرفہ اور مزدلفہ میں بالاتفاق دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے لہذا سفر + مرض میں بھی جمع کرنا جائز ہو گا

مذہب احناف۔

عرفہ اور مزدلفہ کے علاوہ جمع الصلاتین جائز نہیں ہے

دلیل۔ عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ہم نے حضور کو نہیں دیکھا نماز کے غیر وقت میں اس نماز کو ادا کرتے ہوئے۔ مگر حضور عرفہ میں ظہر اور عصر کو اور مزدلفہ میں مغرب و عشاء کو جمع فرماتے تھے۔

(H) [illegible]

عقلی دلیل = حج کو باالاتفاق دوسری نماز کے وقت میں نہیں پڑھ سکتے۔ تو اختلافی صورت کو اتفاقی صورت پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہا جائے گا۔ کہ عرفہ اور مزدلفہ کے علاوہ جمع الصلاتین جائز نہیں ہے۔

آئمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات۔

① جو احادیث آئمہ ثلاثہ نے بیان کی ہیں جمع صوری پر محمول ہیں اور جمع صوری یہ ہے کہ ایک نماز کو آخری وقت میں ادا کیا جائے اور دوسری نماز کو اول میں ادا کیا جائے اور یہ جائز ہے۔ جمع حقیقی درست نہیں جمع حقیقی یہ ہے کہ ایک نماز کا وقت گزار کر اس نماز کو دوسری نماز کے وقت میں دونوں نمازوں کو اکھٹا پڑھنا۔

(۲) عبداللہ بن مسعود کی روایت شاذ ہے۔ کیونکہ جمع کی کیفیت مذکور نہیں ہے۔ حضرت جابر نے عبداللہ بن مسعود والی حدیث کو بھی روایت کیا اور کیفیت کو بھی بیان کیا

(3) جن صحابہ سے مطلقا جمع کی روایت ہیں۔ انہیں صحابہ سے جمع صلاتین کی وہ حدیثیں موجود ہیں۔ جن جمع کی کیفیت مذکور ہے لہذا جن احادیث میں

جمع کی کیفیت مذکور ہے۔ ان کو مطلقاً
جمع والی احادیث پر ترجیح ہوگی۔
(4) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ
نماز کو فوت کرنا یہ ہے کہ دوسری
نماز کا وقت آجائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے یہ بات محال ہے کہ آپ نماز کو
فوت کریں۔ لہذا جن احادیث میں
جمع صلاتین کا ذکر ہے۔ وہ احادیث
جمع صوری پر محمول ہے جمع حقیقی پر نہیں ہے۔ (۲) ۱۴

صلوۃ الوسطیٰ میں اختلاف

مذاہب آئمہ۔

امام اعظم بروایت + عروہ بن زبیر کا مذہب
صلوۃ الوسطیٰ سے مراد ظہر کی نماز ہے۔

دلائل۔ (1) زید بن ثابت سے روایت ہے قریش کی ایک جماعت نے ایک آدمی کو زید بن ثابت کے پاس بھیجا۔ تاکہ صلوۃ وسطیٰ کے بارے میں سوال کرے۔ حضرت زید نے اس سے کہا۔ صلوۃ وسطیٰ ظہر ہے۔ بیشک رسول اللہ سخت گرمی میں ظہر پڑھاتے تھے۔ آپ کے پیچھے ایک دو صفیں ہوتی تھی۔ لوگ قیلولہ کر رہے ہوتے تھے یا پھر تجارت۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (حٰفِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلوٰةِ الْوُسْطٰى) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ باز آجائیں یا میں ان ان کے گھروں کو جلا دوں گا۔

عقلی دلیل۔ ظہر سے پہلے بھی ایک نماز دن کی ہے اور ایک رات کی اور ظہر کے بعد بھی ایک نماز دن کی ہے اور ایک رات کی ہے لہذا صلوۃ الوسطیٰ یہ ظہر کی نماز ہوئی۔

امام شافعی + امام مالک۔

صلوۃ الوسطی یہ فجر کی نماز ہے۔

دلائل۔ (۱) حضرت ابو رجاء سے روایت ہے انہوں نے ابن عباس کے پیچھے فجر کی نماز پڑھی آپ نے رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھی اور فرمایا یہ صلوۃ الوسطی ہے۔

دوسری دلیل: حضرت ابن عباس (قوموا للہ قانتین) سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قانتین سے مراد دعائے قنوت ہے مطلب یہ ہوا کہ اللہ کیلئے کھڑے رہو قنوت پڑھتے ہوئے۔
دعائے قنوت فجر میں پڑھی جاتی ہے لہذا فجر صلوۃ وسطی ہے۔

عقلی دلیل: فجر کی نماز دو دن کی نمازوں ظہر + عصر اور دو رات کی نمازوں یعنی مغرب و عشاء کے درمیان ہے لہذا صلوۃ وسطی فجر ہے۔

احناف اور حنابلہ کا موقف:

صلوۃ الوسطی عصر کی نماز ہے۔

دلیل: حضرت علی سے روایت ہے کہ ہم غزوہ احزاب میں کفار سے قتال کر رہے تھے۔ انہوں نے ہم کو نماز عصر سے مشغول کر دیا قریب تھا کہ سورج غروب ہو جاتا۔ تو رسول اللہ نے دعائے جلال فرمائی۔ اے اللہ تعالیٰ ان

لوگوں کے دلوں کو آگ سے بھر دے جنہوں نے
ہم کو صلوۃ الوسطی سے مشغول رکھا۔

عقلی دلیل: عصر دو دن کی اور دو رات کی نمازوں کے درمیان ہے لہذا یہی صلوۃ الوسطی ہے۔

زید بن ثابت کی حدیث کا جواب۔

حضرت زید بن ثابت والی روایت کا استدلال ہے کہ حضرت زید نے حضور سے روایت نہیں کیا حضور نے بس وعید فرمائی تھی کہ لوگ ظہر میں سستی کرنے سے باز آجائیں یا میں ان کے گھروں کو آگ میں جلا دوں گا اگر اس وعید سے وسطی کا استدلال درست ہو تو دیگر صحابہ سے یہ وعید دیگر نمازوں کے بارے میں بھی موجود ہے۔ جیسے عبداللہ بن مسعود سے روایت حضور نے یہ وعید جمعہ کے بارے میں فرمائی ہے

امام شافعی کی دلیل کا جواب۔

ابن عباس کے نزدیک وسطی عصر ہے

امام شافعی نے جو دلیل دی ہے کہ ابن عباس کے نزدیک وسطی فجر ہے۔ تو ابن عباس کے قولوں میں تعارض ہے۔ لہذا ترجیح کی طرف جانا پڑے گا اور دیگر صحابہ کرام کے نزدیک وسطی عصر ہے لہذا عصر ہی وسطی ہوگی

ابن عباس نے جو آیت سے استدلال کیا تھا اس استدلال کا جواب =

ابن عباس نے قنتین سے مراد قنوت لیا تھا۔ جبکہ دیگر صحابہ کرام نے اس سے مراد خاموش رہنا لیا ہے۔ اور بعض صحابہ نے اس سے اللہ ورسول کی اطاعت مراد لی ہے۔ لہذا ابن عباس کے استدلال کو دلیل نہیں بنا سکتے۔

فجر کے وقت نماز میں اختلاف آئمہ

مذاہب آئمہ کرام۔

امام شافعی + امام احمد + امام مالک اصح قول

ان حضرات کے نزدیک فجر اندھیرے میں پڑھنا مستحب ہے

دلیل۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ مومن عورتیں فجر کی نماز رسول اللہ کے ساتھ پڑھتی تھی۔ اس حال میں کہ وہ اپنی چادروں میں لپٹی ہوتی تھی پھر وہ اپنے گھروں کو لوٹتی اور انکو کوئی بھی نہ پہچانتا۔

دوسری دلیل۔

مغیث بن سمی سے روایت ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن زبیر کے ساتھ فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھی پھر مغیث بن سمی عبداللہ بن عمر کے پاس گئے اور عرض کی

یہ کیا ہے ؟ تو حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا
یہ ہماری نماز ہے رسول اللہ ﷺ ابوبکر صدیق ؓ
اور حضرت عمر فاروق کے ساتھ پس جب حضرت
عمر شہید ہو گئے تو حضرت عثمان نے فجر میں اسفار کیا

تیسری دلیل۔

محمد بن عمر بن حسن سے روایت ہے
کہ جب حاجی مدینے آئے انہوں نے نماز مؤخر
کرنا شروع کر دیا۔ ہم نے اس بارے میں جابر بن عبداللہ
سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھتے تھے۔

احناف کا مذہب۔

مزدلفہ کے علاوہ تمام احوال میں
فجر کی نماز میں اسفار افضل ہے البتہ رمضان
میں جب لوگ سحری کر کے جاگ رہے ہوں
اور اسفار کرنے کی صورت میں تقلیل جماعت
کا خوف ہو تو تغلیس افضل ہے۔

دلائل۔

رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فجر میں خوب
اسفار کرو پس جب تم اسفار کرو گے تو
اس میں زیادہ اجر ہے۔ ص (21)

دوسری دلیل:

ابو طریف سے روایت ہے کہ ہم طائف میں رسول اللہ کے ساتھ موجود تھے۔ آپ نے ہم کو فجر کی نماز پڑھائی حتیٰ کہ انسان تیر پھینکتا تو تیر کے گرنے کی جگہ کو دیکھ لیتا

آئمہ کرام کے دلائل کا جواب

حضرت عائشہ والی حدیث کا جواب:

حضرت عائشہ والی حدیث نماز میں طویل قرأت کرنے کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی ہے۔ اول پہلے حضور نماز کو غلس میں شروع کر کے غلس میں ہی ختم فرماتے تھے۔ لیکن جب طویل قرأت کرنے کا حکم نازل ہوا تو حضور غلس میں شروع فرما کر اسفار میں ختم کرتے۔

حضرت بن سُمی والی حدیث کا جواب

نبی کریم اور دیگر صحابہ کرام غلس میں نماز شروع فرماتے اور اسفار میں ختم فرماتے لیکن جب حضرت عمر کا وصال ہوا۔ تو حضرت عثمان نے نماز فجر کو اسفار میں شروع فرما کر اسفار میں ختم فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح حضرت عمر کو نماز فجر کیلئے جاتے وقت خفیہ شہید کر دیا گیا۔ آئندہ اس طرح کا معاملہ کسی اور کے ساتھ نہ ہو یہ سب اس وجہ سے تھا

آگے شلاتم نے جو حضور سے فعلی احادیث بیان کی اس کا جواب
نبی کریم سے جتنی بھی غلس میں نماز
پڑھانے کی احادیث بیان کی گئی۔ وہ تمام احادیث
بیان جواز کیلئے ہیں جیسے حضور وضو میں
اعضاء کو تین تین بار دھوتے تھے لیکن بیان
جواز کیلئے ایک بار بھی دھویا ہے

امام طحاوی کی تطبیق۔

نماز فجر کو غلس میں شروع
کیا جائے اور اسفار میں ختم کیا جائے۔

تطبیق پر دلائل۔

(۱) زید بن وہب سے روایت ہے کہ
حضرت عمر نے ہم کو فجر کی نماز پڑھائی۔ پس
آپ نے نماز میں سورہ بنی اسرائیل اور سورۃ کہف
پڑھی حتیٰ کہ میں نے مسجد کی دیواروں کی طرف نظر کی
کیا سورج طلوع ہو گیا ہے۔

(۲) حضرت انس سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر نے
ہم کو فجر پڑھائی تو نماز میں آل عمران تلاوت کی
ہم عرض کی قریب تھا کہ سورج طلوع ہو جاتا
تو حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ اگر سورج
طلوع ہو جاتا تو آپ ہم کو غفلت کرنے والا نہ پاتے

ظہر کس وقت میں مستحب ہیں اس بارے میں اختلاف

مذاہب آئمہ کرام

امام شافعی:

تمام احوال میں ظہر
کی نماز کو جلدی پڑھنا مستحب ہے۔

دلائل شافعی:

حضرت اسامہ بن زید سے روایت
ہے کہ رسول اللہ ظہر کی نماز سورج کے زائل ہونے
کے فوراً بعد پڑھتے تھے۔

دوسری دلیل:

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ میں
نے کسی کو بھی دیکھا جو ظہر کی نماز میں رسول اللہ
سے زیادہ جلدی کرتا ہو۔

تیسری دلیل:

حضرت مسروق سے روایت ہے کہ میں
نے ظہر کی نماز عبداللہ بن مسعود کے پیچھے پڑھی
جب سورج زائل ہوا۔ اور فرمایا اس ذات کی
قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔
یہی اس نماز کا وقت ہے۔

احناف کا مؤقف + حنابلہ اور امام مالک کا راجح مذہب

ان حضرات کے نزدیک سردی میں
جلدی کرنا اور گرمی میں تاخیر مستحب ہے

دلیل اول۔

حضرت ابو سعید سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ نماز کو ٹھنڈا کرو۔ بیشک گرمی کی شدت جہنم کے سانس لینے سے ہے۔ پس نماز کو ٹھنڈا کرو۔ جب گرمی کی شدت ہو۔

دوسری دلیل۔

حضرت ابو ھریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ جب دن گرم ہو تو پس نماز کو ٹھنڈا کرو۔ بیشک گرمی کی شدت جہنم کے سانس لینے کی وجہ سے ہے۔

تیسری دلیل۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے۔ کہ جب شدید سردی ہوتی تو رسول اللہ نماز میں جلدی کرتے اور جب شدید گرمی ہوتی تو حضور نماز کو ٹھنڈا فرماتے۔

چوتھی دلیل۔

حضرت ابو مسعود سے روایت ہے کہ میں نے حضور کو دیکھا کہ آپ سردیوں میں نماز میں جلدی کرتے۔ اور گرمیوں میں تاخیر فرماتے تھے۔ Hadee

امام شافعی کے دلائل کا جواب

وہ تمام روایات منسوخ ہیں۔
اور ناسخ مغیرہ بن شعبہ والی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرمی میں نماز ادا کرنے کے بعد فرمایا کہ ظہر کو ٹھنڈا کرو۔

تطبیق۔

جن احادیث میں حضور نے فرمایا کہ نماز کو ٹھنڈا کرو۔ بیشک گرمی کی شدت جہنم کے سانس لینے کی وجہ سے ہے۔ وہ تمام احادیث گرمی کے موسم کی ہیں۔ اور جن روایت میں حضور نے ظہر میں جلدی کی ہے۔ وہ تمام احادیث سردی کے موسم کی ہیں۔ تطبیق اس طرح ہو گی کہ گرمی کو ظہر کو ٹھنڈا کیا جائے اور سردی میں جلدی پڑھی جائے

حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت اور اس کا جواب

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ ظہر پڑھتے تھے۔ پس میں نے مٹی کو اپنی مٹھی میں لیا اور اس مٹی کو ہتھیلی میں حرکت دی پھر اس مٹی کو دوسری ہتھیلی میں پلٹا حتی کہ وہ ٹھنڈی ہوگی۔ پھر میں نے اس کو اپنی پیشانی پر رکھا گرمی کی شدت کی وجہ سے

جواب۔

حضرت جابرؓ کی حدیث مجمل ہے۔
اور ابو مسعود کی حدیث مفسر ہے۔
قاعدہ یہ ہے کہ جب مجمل اور مفسر جمع ہو جائیں تو مفسر کو ترجیح ہوتی ہے۔

اشکال۔

افضل یہی ہے کہ ظہر کو تمام احوال میں جلدی پڑھا جائے۔ لیکن جو رسول اللہ نے ظہر کو ٹھنڈا کرنے کا حکم دیا ہے وہ گرمی کی شدت کی وجہ سے ~~سے~~ رخصت دی ہے۔
جس طرح میمون بن مہران کی روایت کہ نصف النہار کہ فوراً بعد نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ کہ میں نماز پڑھتے تھے۔ اور گرمی شدید کی ہوتی اور سایہ بھی نہیں ہوتا تھا۔ پھر فرمایا کہ نماز کو ٹھنڈا کرو۔ سایہ نہ ہونے کی وجہ سے رخصت دی ہے۔
افضل یہی ہے کہ ظہر کو جلدی پڑھا جائے۔

جواب۔

آپ کا یہ کہنا کہ رسول اللہ نے سایہ نہ ہونے کی وجہ سے رخصت دی یہ قول درست نہیں۔ اگر درست ہوتا تو آپ سفر میں نماز کو مؤخر کرنے نہ دیتے

حضرت ابو ذر کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ
نے سفر میں نماز کو مؤخر کیا۔
حضرت ابو ذر سے روایت ہے کہ ہم حضور کے
ساتھ ایک منزل میں تھے پس حضرت بلال
نے اذان کہی۔ حضور نے فرمایا بلال ٹھہر جاؤ۔
حضرت بلال نے اذان کہنے کا پھر ارادہ کیا حضور
نے فرمایا اے بلال ٹھہر جاؤ۔ پھر ارادہ فرمایا
پھر حضور نے فرمایا ٹھہر جاؤ حتی کہ ہم نے چھوٹے
ٹیلوں کا سایہ دیکھ لیا۔ پھر حضور نے فرمایا گرمی
کی شدت جہنم کی سانس لینے کی وجہ سے ہے
پس نماز کو ٹھنڈا کرو جب گرمی شدید ہو۔

عصر کے وقت میں اختلاف

مذاہب آئمہ کرام =

آئمہ ثلاثہ۔

عصر میں تعجیل افضل ہے۔

آئمہ ثلاثہ کے دلائل۔

حضرت انس بن مالک سے روایت
ہے کہ رسول اللہ نے ہم کو نماز عصر پڑھائی
اور سورج روشن ہوتا تھا۔ پھر میں اپنی
قوم کی طرف لوٹتا اور لوگ مدینہ کے کنارے
بیٹھے ہوئے تھے پس میں ان سے کہتا تھا کہ
کھڑے ہو جاؤ۔ نماز پڑھو بیشک حضور نے نماز پڑھ لی ہے

دوسری دلیل۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم نماز عصر پڑھا دیا کرتے تھے اس حال میں
کہ سورج میرے حجرے میں بلند ہوتا تھا۔

تیسری دلیل۔

حضرت رافع بن خدیج سے روایت
ہے کہ ہم حضور کے ساتھ نماز عصر پڑھتے تھے
پھر ہم اونٹوں کو ذبح کرتے پھر انکو دس
حصوں میں تقسیم کرتے پھر ان کو پکاتے پھر
اس کو کھاتے اس حال میں کہ سورج بلند ہوتا۔

مذہب احناف۔

عصر میں تاخیر افضل ہے
تاخیر کا مطلب۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ
عصر علاوہ وقت کہ دو حصے کیے جائیں پہلے حصہ
کو گزار کر نماز پڑھنا تاخیر کہلائے گا۔

دلائل احناف

(۱) حضرت عمر نے گورنروں کو
خط لکھتے تھے بےشک امور میں سے میرے نزدیک
اہم امور نماز ہے جس نے اس کی حفاظت
کی اس نے دین کی حفاظت اور جس
نے اس کو ضائع کردیا پس وہ دیگر
کاموں کو زیادہ ضائع کرنے والا ہے

نماز عصر پڑھو اس حال میں کہ سورج بلند صاف ہو اور سوار دو یا تین فرسخ کی مقدار سفر کر سکے

دوسری دلیل۔

حضرت ابراہیم بن نخعی فرماتے ہیں کہ تم سے جو پہلے کے لوگ ہیں وہ تم سے ظہر کو جلدی پڑھنے والے تھے اور عصر کو تم سے زیادہ مؤخر کرنے والے تھے۔

تیسری دلیل۔

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ ہم جنازے میں حضرت ابوھریرہ کے ساتھ تھے پس آپ نے نماز عصر ادا نہ فرمائی اور خاموش رہے حتی کہ ہم آپکی طرف بار بار لوٹتے۔ پس آپ نے نماز ادا نہ فرمائی حتی کہ ہم نے سورج کو دیکھا کہ بلند پہاڑوں کی چوٹی پر دیکھ لیا۔

آئمہ ثلاثہ کے دلائل کے جواب۔

حضرت عائشہ والی حدیث کا جواب

حضرت عائشہ کے حجرے کی دیوار پہ چھوٹی تھی اس لیے ایک دیوار سے دوسری دیوار تک سایہ جانے میں کافی وقت لگتا تھا

رافع بن خدیج کی روایت کا جواب

حدیث مبارکہ میں ہے کہ ہم نماز
پڑھتے پھر اونٹ ذبح کرتے (الخ)
اس کا جواب یہ ہے کہ جائز ہے کہ یہ اونٹ
کے ذبح کا عمل کافی سارے صحابہ مل کر جلدی سے
کرتے ہوں۔ تو جب ایک سے زیادہ مل کر کام کریں
تو وہ کام جلدی سے ہو جائے گا

اضطراب:

حضرت انس کی روایت میں
اضطراب پایا جا رہا ہے۔ اضطراب کا مطلب
یہ ہے کہ ایک راوی سے دو طرح کی روایات
ہوں۔ جن میں سے ایک روایت کا معنی
دوسری روایت کے معنی سے مختلف ہو۔

(1) حضرت انس کی وہ روایت جو حضرت ابو ابیض
سے مروی ہے۔ وہ روایت تعجیل پر دلالت کرتی ہے
(حدیث) رسول اللہ نماز پڑھانے کے بعد جانے والا
جاتا قباء اور بنی حارثہ کی طرف تو وہ انکو
اس حال میں پاتا کہ انہوں نے نماز نہ پڑھی ہوتی
امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ہم یہ بات بھی
جانتے ہیں کہ صحابہ کرام نماز کو اصفرار شمس سے
پہلے پڑھتے تھے تو یہ تعجیل کی دلیل ہے

(۲) حضرت انس کی وہ روایت جو امام زہری سے مروی ہے وہ عصر کے موخر ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

(حدیث) فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ نماز پڑھتے پھر ہم عوالی جاتے اس حال میں کہ سورج بلند ہوتا۔

اس روایت میں احتمال ہے کہ یہ بات جائز ہے۔ کہ سورج بلند ہو لیکن وہ پیلا ہو گیا ہو۔ پھر جب یہ حدیث میں اضطراب واقع ہو گیا تو پھر حضرت انس کے علاوہ دوسرے صحابہ کی روایت کو دیکھا جائے گا۔

ابو اروی کی روایت

قال: كُنْتُ أُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ الْعَصْرَ بِالْمَدِينَةِ، ثُمَّ آتِي ذَا الْحُلَيْفَةِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَهِيَ عَلَى رَأْسِ فَرْسَخَيْنِ

اشکال:

مذہب احناف کا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے عصر کی تاخیر کو افضل قرار دینا درست نہیں۔ کیونکہ عصر کو مؤخر کرنے والے بارے میں حضرت انس سے وعید کی روایت ہے

روایت وعید۔

علا بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں ظہر کے بعد حضرت انس بن مالک کے پاس گیا۔ آپ کھڑے ہوئے نماز عصر پڑھی

جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے تعجیل صلاۃ
کو ذکر کیا یا عصر کو ذکر کیا پس آپ نے فرمایا کہ
میں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا کہ یہ منافقین
کی نماز ہے تین بار فرمایا۔ کوئی شخص بیٹھا
رہے حتی کہ سورج زرد ہو جائے اور سورج
شیطان کے سینگوں کے درمیان آ جائے پس وہ
کھڑا اور چار چونچیں مارے اور ان میں
اللہ کا ذکر نہ کرے مگر تھوڑا سا۔

جواب۔

یہ وعید اس وقت ہے جب سورج زرد
ہو چکا ہو اور اللہ کا ذکر بھی تھوڑا ہو
سکے اسکو تو ہم بھی درست کہتے ہیں
کہ یہ مکروہ وقت ہے۔
لیکن احناف کے نزدیک وہ ایسی تاخیر مراد ہے
کہ جب اطمینان سے نماز کو پڑھا جائے
اور اللہ کا ذکر بھی زیادہ ہو سکے پھر بھی
اتنا وقت باقی بچے کہ جس میں
دو یا تین فرسخ کی مقدار سفر کا وقت
باقی بچ جائے

H (circled)

Wed Thu Fri Sat

نماز میں ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں اس میں اختلاف

مذاہب ائمہ

امام احمد کی ایک روایت + بعض مالکیہ

ان حضرات کی نزدیک نماز میں ہاتھ اٹھانے کی کوئی حد مقرر نہیں۔

دلیل۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو اپنے ہاتھوں کو پھیلاتے ہوئے بلند فرماتے

امام شافعی + بعض مالکیہ + امام احمد کی ایک روایت۔

ان حضرات کے نزدیک نماز میں کندھوں تک ہاتھ اٹھائیں جائیں گے

دلائل:

حضرت علی سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ فرض نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور اپنے ہاتھوں کو کندھوں کے برابر بلند کرتے۔

دوسری دلیل۔

حضرت جابر سے روایت ہے کہ میں نے سالم بن عبداللہ کو دیکھا جب نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھوں کو کندھوں کے برابر تک بلند فرماتے۔ میں نے اس کے بارے میں آپ سے سوال کیا آپ نے فرمایا میں نے ابن عمر کو ایسے ہی کرتے پایا۔ حضرت ابن عمر

فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو ایسے کرتے ہی دیکھا۔

احناف + بعض مالکیہ + امام احمد کا ایک قول

ان حضرات کے نزدیک نماز کے شروع میں

ہاتھوں کو کانوں کے برابر تک بلند کیا جائے گا

دلیل۔

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ

رسول اللہ جب نماز کو شروع کرنے کیلئے تکبیر کہتے تو

اپنے ہاتھوں کو بلند فرماتے۔ حتی کہ انگوٹھے

کانوں کی لو کے قریب ہو جاتے۔

دوسری دلیل۔

حضرت وائل بن حجر سے روایت ہے

کہ میں نے رسول اللہ کو دیکھا جب نماز کیلئے تکبیر

کہتے تو اپنے ہاتھوں کو بلند کرتے کانوں کے برابر تک

تیسری دلیل: وائل بن حجر سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ

کے پاس آیا پس میں نے دیکھا کہ جب آپ تکبیر کہتے نماز کیلئے

تو اپنے ہاتھوں کو کانوں تک بلند کرتے۔ پھر جب میں

اگلے سال رسول اللہ کے پاس آیا۔ تو صحابہ پر چادریں

اور جبے تھے۔ صحابہ اپنے ہاتھوں کو بلند کرتے تھے

حضرت شریک نے اپنے سینے کی طرف اشارہ

کیا۔ یعنی صحابہ اپنے ہاتھوں کو سینے تک

بلند کرتے تھے۔ (H) Gen

حضرت ابوہریرہ کی روایت اور اسکا جواب

روایت = حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو اپنے ہاتھوں کو دراز کرتے ہوئے بلند کرتے۔

جواب:

اس حدیث میں یہ واضح نہیں کہ حضور کہاں تک ہاتھوں کو بلند فرماتے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کندھوں تک بلند کرتے ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ ہاتھ اٹھانا نماز سے پہلے دعا کیلئے ہوں لہذا یہ حدیث دیگر احادیث کے خلاف نہیں۔

حضرت وائل بن حجر کی روایات میں تطبیق

حضرت وائل بن حجر کی ایک میں ہے کہ حضور کانوں کے برابر تک ہاتھ اٹھاتے تھے۔ اور ایک میں یہ ہے کہ آپ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے۔ جب آپ نے چادر مبارک اوڑھی ہوئی تھی۔ ان دونوں حدیثوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کہوں ہیں گے جب چادر وغیرہ نہ لی ہو تو ہاتھوں کو کانوں تک اٹھایا جائے گا اور جب چادر لی ہو تو عذر کی وجہ سے سے استطاعت کے مطابق ہاتھوں کو بلند کیا جائے گا۔ اور وہ کندھوں تک بلند کرنا ہوگا

اور جو دیگر صحابہ کی روایات ملتی ہیں کہ حضور کندھوں تک ہاتھ بلند فرماتے تھے۔ ان روایات کو اسی پر محمول کیا جائے گا۔ کہ اس وقت حضور نے چادر مبارک اوڑھی ہوئی تھی۔ لہذا وائل بن حجر کی روایات میں اور دیگر صحابہ کرام کی احادیث میں تعارض نہیں رہے گا۔

باب ما یقال فی الصلاۃ بعد تکبیرہ افتتاح

مذاہب آئمہ کرام

امام اعظم + امام محمد + امام احمد

ان حضرات کے نزدیک امام و منفرد افتتاح کے بعد ثناء اور تعوذ و تسمیہ وغیرہ پڑھے گے۔ (مقتدی صرف ثناء پڑھے گا) فرائض میں اس پر زیادتی نہیں کرے گا نہ تو جیہہ اور نہ دیگر کلمات البتہ نوافل میں پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن یہ سب قرأت سے پہلے پڑھیں گے

دلیل امام اعظم۔

(۱) قرآن پاک کی آیت مبارکہ

وسبح بحمد ربك حين تقوم

(۲) حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ جب رات کو قیام کرتے تو تکبیر کہتے۔ پھر ثناء پڑھتے۔ پھر فرماتے

(لا الہ الا اللہ) تین مرتبہ پھر اللہ اکبر کبیرا تین بار پڑھتے پھر تعوذ اور پھر حضور قرأت کرتے۔

(۳) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ جب نماز کا افتتاح کرتے تو ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھاتے پھر تکبیر کہتے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثناء پڑھتے۔

امام شافعی + امام ابو یوسف

ان کے نزدیک افتتاح کے بعد ثناء کے علاوہ دیگر کلمات جو حدیث میں آئے وہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔

دلیل۔ حضرت علی سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ نماز کا افتتاح کرتے تو توجیہ پڑھتے تھے۔

امام طحاوی۔

امام طحاوی نے بھی امام شافعی اور امام ابو یوسف کے مذہب کو اختیار کیا ہے۔ اور اس پر دلیل یہ دی ہے کہ امام اعظم کی دلیل مختصر ہے اس میں اور الفاظ کا اضافہ بھی ہو سکتا ہے۔

(21) Cue

ظہر اور عصر میں قرأت کے بارے میں اختلاف مذاہب آئمہ کرام

امام مالک کی ایک روایت ہے بعض آئمہ کرام ان کے نزدیک ظہر اور عصر میں اصلاً قرأت نہیں ہے۔

دلیل۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ ہم بنی ہاشم کے نوجوانوں میں بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نے ابن عباس سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ ظہر اور عصر میں قرأت کرتے تھے آپ نے فرمایا نہیں۔ اس شخص نے کہا شاید سراً قرأت کرتے ہوں۔ ابو سعید کی روایت میں ہے کہ سراً بھی قرأت نہیں کیا کرتے تھے۔ حماد کی روایت میں یوں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اللہ نے جو بھی حکم دیا حضور نے اسے پہنچا دیا۔ خدا کی قسم قرأت کا حکم نہیں دیا۔

دوسری دلیل۔

حضرت عکرمہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس سے عرض کیا گیا کہ لوگ ظہر اور عصر میں قرأت کرتے ہیں

تو ابن عباس نے فرمایا اگر مجھے ان پر اختیار ہوتا
تو میں انکی زبانیں کھینچ دیتا۔ بیشک رسول اللہ
نے قرأت کی پس رسول اللہ کی قرأت
ہمارے لیے قرأت ہے اور حضور (علیہ سلام) کا
سکوت ہمارے لیے سکوت ہے۔

آئمہ اربع کا مذہب:

ظہر اور عصر میں قرأت فرض ہے
امام شافعی کے نزدیک تمام رکعتوں میں۔
امام مالک پہلی تین رکعتوں میں اور احناف
کے نزدیک دو رکعتوں میں بغیر تعین کے۔
اگر پہلی دو رکعتوں میں قرأت نہیں کی تو
دوسری دو رکعتوں میں احناف کے نزدیک قرأت ہے

دلیل:

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے
کہ حضور (علیہ سلام) ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں
سے ہر ایک میں (30) آیتوں کی مقدار قرأت
کرتے اور دوسری دو رکعتوں میں اسکا نصف
قرأت کرتے تھے۔ اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں
میں پندرہ (15) آیتوں کی مقدار قرأت اور
دوسری دو رکعتوں میں اسکا نصف قرأت کرتے۔

دوسری دلیل:

حضرت انس سے روایت ہے کہ

حضور علیہ السلام ظہر میں (سورۃ اعلیٰ) کی قرأت کرتے تھے۔

تیسری دلیل۔

حضرت ابو معمر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت خباب سے پوچھا۔ کیا حضور ظہر اور عصر میں قرأت کرتے تھے۔ تو آپ نے فرمایا کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا آپ نے کیسے پہچانا کہ حضور قرأت کرتے تھے۔ تو فرمایا حضور کی داڑھی مبارک کے اضطراب یعنی ہلنے سے۔

امام مالک کے دلائل کے جوابات۔

عبداللہ بن عباس کی روایتوں کا جواب۔

عبداللہ بن عباس کی روایتیں آپس میں ٹکراتی ہیں۔ لہذا آپ کا استدلال درست نہیں۔ عبداللہ بن عباس سے تین طرح کی روایتیں ہیں۔

(1) آپ فرماتے ہیں کہ حضور قرأت نہیں کرتے تھے

(2) آپ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) قرأت کرتے تھے یا نہیں

(3) عبداللہ بن عباس ظہر اور عصر میں قرأت کرنے کا حکم دیتے تھے۔

جب ایک روایت راجح ہو جائے تو
استدلال درست ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک
ابن عباس کی قرأت کا حکم دینے والی
روایت راجح ہے کیونکہ یہ منع والی
روایت سے مؤخر ہے۔ اور دیگر صحابہ جیسے
ابو قتادہ۔ ابو سعید اور حضرت جابر
فرماتے ہیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ سلام
ظہر اور عصر میں قرأت کرتے تھے۔
لہذا ظہر اور عصر میں قرأت فرض ہے۔

(H) Gm

باب قراءۃ بسم اللہ فی الصلاۃ

بسم اللہ فاتحہ کا جزء ہے یا نہیں ؟

مذاہب ائمہ۔

امام شافعیؒ

ان کے نزدیک

بسم اللہ فاتحہ کا جزء ہے نماز میں بسم اللہ کی قرأت ضروری ہے اور اس میں جہر سنت ہے ؟

دلیل اول۔

حضرت نعیم بن مجمر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوھریرہؓ کے پیچھے نماز پڑھی آپ نے بسم اللہ کی قرأت کی جب فاتحہ کو مکمل کیا تو آمین کہا۔ تو لوگوں نے بھی آمین کہا۔ پھر جب سلام پھیرا تو فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بیشک میری نماز تم سے زیادہ رسول اللہ علیہ سلام کے مشابہ ہے

دلیل ثانی:

عبدالرحمٰن بن ابزی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ نے بسم اللہ کو جہراً پڑھا۔

امام مالک کا موقف:

بسم اللہ فاتحہ کا جز نہیں۔ اصلاً ہی قرأت نہیں کی جائے گی نہ ہی جہراً اور نہ سراً۔

دلیل اول۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر اور حضرت عثمان الحمدللہ سے قرأت شروع کرتے تھے

دلیل ثانی۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ میں نے حضور حضرت ابوبکر حضرت عمر۔ حضرت عثمان کے پیچھے نماز پڑھی میں نے کسی ایک سے بھی بسم اللہ کو جہراً نہیں سنا

احناف + حنابلہ کا موقف۔

بسم اللہ فاتحہ کا جز نہیں
البتہ بسم اللہ مستقل آیت قرآنی ہے
دو سورتوں میں فصل کیلئے اتاری گئی ہے
اور نماز میں فاتحہ سے پہلے سرا قرأت
کرنا سنت ہے۔

دلیل اول۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ
میں نے حضرت انس کو فرماتے سنا کہ میں
نے سرکار علیہ السلام۔ حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر
اور حضرت عثمان کے پیچھے نماز پڑھی۔
پس میں نے کسی ایک سے بھی بسم اللہ
کو جہراً نہیں سنا۔

دلیل ثانی

حضرت انس سے روایت ہے کہ
رسول اللہ۔ حضرت ابوبکر حضرت عمر
بسم اللہ میں جہراً نہیں کرتے تھے۔

دلیل ثالث۔

حضرت ابن عباس سے روایت
ہے کہ میں نے عثمان بن عفان سے کہا
کہ آپ کو کس چیز نے ابھارا ہے

کہ آپ نے سورۃ انفال اور سورۃ توبہ کو ملا دیا ہے اور دونوں سورتوں کے درمیان بسم اللہ نہیں لکھی۔

حضرت عثمان نے فرمایا جب کوئی آیت نازل ہوتی تو رسول اللہ فرماتے کہ اس آیت کو اس سورت میں رکھ دو۔ جس میں اس آیت کے مشابہ ذکر ہو۔ سورۃ انفال کا قصہ سورت توبہ کے مشابہ تھا۔ تو رسول اللہ وفات پا گئے اور میں نے ان دونوں سورتوں کے درمیان بسم اللہ کا سوال نہ کیا۔ پس میں نے دونوں کو ملا دیا اور بسم اللہ کو ان کے درمیان نہ لکھا۔

امام شافعی کے دلائل کے جوابات.

حضرت نعیم بن مجمر والی حدیث کا جواب

(1) امام شافعی نے جو نعیم بن مجمر والی حدیث بیان کی ہے۔ اس کے راویوں میں کلام ہے۔ اور نعیم بن مجمر نے وہ حدیث حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے۔ جبکہ ابو ہریرہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس رسول اللہ علیہ سلام

کا عمل نقل کرتے ہیں حضرت ابو ھریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ جب دوسری رکعت کیلئے اٹھتے تو الحمدللہ سے قرأت شروع کرتے تھے۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ نعیم بن مجمر نے حضرت ابو ھریرہ کا فعل بیان کیا ہے لہذا وہ حدیث موقوف ہے اور دوسری حدیث میں حضرت ابو ھریرہ سرکار علیہ سلام کا عمل بیان کر رہے ہیں۔ یہ حدیث مرفوع ہوئی۔ بلحاظ مرفوع کو موقوف پر ترجیح ہوتی ہے۔ لہذا حضرت ابو ھریرہ والی حدیث نعیم بن مجمر کی حدیث پر راجح ہے۔

ابن عباس کی روایت اور اسکا جواب۔

روایت۔ سعید بن جبیر ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے بسم اللہ کی قرأت کی پھر فرمایا یہ سورت فاتحہ کی ساتویں آیت ہے۔

جوابات۔

سات آیتیں ہونے میں اختلاف نہیں ہے۔ البتہ بسم اللہ کا فاتحہ کا جزء ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہے۔ جس طرح

ابن عباس سے روایت ہے کہ بسم اللہ
فاتحہ کا جز ہے۔ اسی طرح آپ سے
یہ بھی روایت ہے کہ جز نہیں۔
البتہ جنہوں نے جز شمار کیا انہوں نے
انعمت علیہم کو مستقل آیت شمار
نہیں کیا۔ اور جنہوں نے جز شمار نہیں
کیا انہوں نے انعمت علیہم کو مستقل
آیت شمار کیا ہے

امام طحاوی کی طرف سے جواب۔

اگر بسم اللہ کو سورت
کا جز مانا جائے تو سورت کوثر کی
چار آیتیں ہونی چاہئیں۔ جبکہ بالاتفاق
اس کی تین آیتیں ہیں۔ معلوم
ہوا کہ بسم اللہ فاتحہ کا جز نہیں۔

امام مالک کے دلائل کے جوابات۔

جن روایات میں ہے
کہ رسول اللہ اور صحابہ الحمد للہ
سے قرأت شروع کرتے تھے۔ اس کا جواب
یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کی قرأت
کو مراد لیا ہو۔ اور انہوں نے بسم اللہ
کو قرأت شمار نہ کیا ہو بلکہ ثناء

کی مثل ذکر شمار کیا ہے۔
اور جن روایات میں ہے کہ جھرًا نہیں
کرتے تھے تو اس میں دلیل ہے کہ سرًّا
کہتے تھے اور یہی احناف کا مذہب ہے
حضرت علی کے عمل سے دلیل۔
حضرت ابو وائل فرماتے
ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما
بسم اللہ تعوذ اور آمین میں جھر
نہیں کرتے تھے۔

امام طحاوی

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جب
ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ اور صحابہ کرام
بسم اللہ میں جھر نہیں فرماتے تھے تو یہ
دلیل ہے کہ بسم اللہ قرآن سے نہیں ہے
جس طرح سورت نمل میں بسم اللہ
اس کا حصہ ہے اس میں بسم اللہ
قرأت جھرًا کی جاتی ہے۔

جب بسم اللہ ہر سورت کے شروع
میں لکھی جاتی ہے فاتحہ کے علاوہ سب
سورتوں میں اتفاق ہے کہ بسم اللہ
سورت کا جز نہیں ہے لہذا اختلافی
صورت کو اتفاقی پر قیاس کرتے
ہوئے کہا جائے گا کہ بسم اللہ
فاتحہ کا جز نہیں ہے۔

باب القرأۃ خلف الامام

امام کے پیچھے قرأت کی جائے گی یا نہیں؟
اس میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔

اختلاف آئمہ۔

امام شافعی۔

تمام نمازوں میں
فاتحہ کی قرأت فرض ہے۔ امام کے
پیچھے بھی فاتحہ کی قرأت کی جائے گی۔

دلیل اول۔

حضرت عبادہ بن صامت
سے روایت ہے کہ ہم کو رسول اللہ علیہ سلام
نے فجر کی نماز پڑھائی۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم
پر قرأت ثقیل ہوگئی۔ جب حضور
نے سلام پھیرا تو فرمایا کیا تم میرے
پیچھے قرأت کرتے ہو۔ ہم نے عرض کی
جی ہاں۔ تو حضور علیہ سلام نے فرمایا کہ
تم قرأت نہ کرو۔ مگر فاتحہ کی۔
پس اس کی نماز نہیں جس نے
فاتحہ کی قرأت نہیں کی۔

دوسری دلیل۔

حضرت عائشہ سے روایت
سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا کہ
ہر وہ نماز جس میں فاتحہ کی قرات
نہ کی جائے پس وہ نماز ناقص ہے
حضرت ابوھریرہ سے بھی اس کی
مثل روایت موجود ہے۔

مذہب احناف

امام اعظم۔

امام کے پیچھے قرأت
کی نہیں کی جائے گی۔ اگر کسی نے
عمدًا قرأت کی تو نماز مکروہ تحریمی
واجب الاعادہ ہوگی۔

دلائل احناف۔

(۱) سورت اعراف کی
آیت نمبر (204) میں ارشاد ہوتا ہے
ترجمہ) جب قرآن پڑھا جائے تو کان
لگا کر سنو اور خاموش رہو تاکہ
تم پر رحم کیا جائے۔

تفسیر مدارک میں ہے کہ یہ آیت مقدسہ
مقتدی کے حق میں نازل ہوئی

ابن تیمیہ :

ابن تیمیہ نے مجموع الفتاوی
جلد (15) میں لکھا ہے کہ آیت مقتدی
کو قرأت سے روکنے کیلئے ہے۔ غیر مقلدین
ابن تیمیہ کو اپنا امام مانتے ہیں

دلیل نمبر (2)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت
ہے کہ حضور علیہ سلام نے فرمایا کہ امام
بنایا ہی اس لیے جاتا ہے کہ اس
کی اقتداء کی جائے۔ پس جب وہ
قرأت کرے تو تم خاموش رہو
(صحیح مسلم میں ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے

دلیل نمبر (3)

حضرت ابو درداء سے روایت
ہے کہ ایک شخص نے حضور سے پوچھا
کہ ہر نماز میں قرأت ہے۔ حضور
نے فرمایا جی ہاں۔ ایک انصاری مرد
نے کہا واجب ہے حضرت ابو درداء
نے فرمایا کہ میرا خیال یہ ہے

کہ جب امام قوم کی امامت کرے
تو امام کی قرأت قوم کو کافی ہے

دلیل نمبر (4)

حضرت جابر بن عبداللہ سے
روایت ہے کہ حضور نے فرمایا جس
کیلئے امام ہو پس امام کی قرأت
ہی اس کی قرأت ہے

دلیل نمبر (5)

عبیداللہ بن مقسم
کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر
زید بن ثابت اور جابر بن عبداللہ
سے امام کے پیچھے قرأت کا سوال کیا
تو ان تینوں نے فرمایا کہ امام کے
پیچھے نماز میں کسی بھی چیز کی قرأت نہیں۔

دلیل نمبر (5)

حضرت علی فرماتے ہیں
کہ جو امام کے پیچھے قرأت تو وہ
فطرت پر نہیں

دلیل نمبر (6)

ابن مسعود فرماتے ہیں
کہ جو امام کے پیچھے قرأت کرے تو

اس کا منہ مٹی سے بھر دو۔

دلیل نمبر (8)

بخاری شریف میں ہے کہ
حضرت ابو بکرہ حضور کے پاس آئے
اس حال میں کہ حضور رکوع میں
تھے۔ حضرت ابو بکرہ نے بھی اگلی صف
میں پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کر دیا۔
یہ بات حضور کو بتائی گئی تو حضور
نے فرمایا: اللہ تیری حرص کو زیادہ
کرے آئندہ ایسا نہ کرنا
اس حدیث سے استدلال یوں ہے کہ
حضرت ابو بکرہ نے فاتحہ کی قرأت
نہیں کی اور رکوع میں شامل ہوگے
اگر قرأت فاتحہ فرض ہوتی تو حضور
اعادہ کا حکم ضرور دیتے حالانکہ سرکار
نے اعادہ کا حکم نہیں دیا

دلیل نمبر (۹)

سنن ابن ماجہ میں ہے
کہ جب سرکار علیہ سلام مرض وفات
میں تھے۔ تو صدیق اکبر کو مصلے پر
کھڑا کیا۔ تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

نماز پڑھا رہے تھے اور حضور بھی تشریف
لے آئے حضرت ابوبکر صدیق مصلی
سے پیچھے ہٹ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ السلام
مصلی پر تشریف لے گئے اور حضور نے
قرأت کو وہاں سے شروع فرمایا
جہاں سے سیدنا ابوبکر صدیق نے قرأت
کو چھوڑا۔ حضور نے قرأت نہیں کی
سورۃ فاتحہ کی۔

امام شافعی کے دلائل کے جوابات۔

عبادہ بن صامت والی حدیث کا جواب
اس حدیث کے تین جواب ہیں
(1) یہ حدیث ضعیف ہے امام احمد بن حنبل
یحییٰ بن معین اور ابن تیمیہ نے بھی
اس حدیث کو ضعیف کہا۔
(2) آئمہ شوافع کے نزدیک بھی یہ
حدیث متروک ہے شوافع دو مقام
میں اس حدیث پر عمل نہیں کرتے
(1) اس حدیث میں فاتحہ کے علاوہ
قرأت سے منع کیا گیا ہے جبکہ شوافع
فاتحہ کے علاوہ قرأت کو جائز کہتے ہیں

(2) ابن داؤد نے اس حدیث کو جس انداز سے نقل کیا ہے وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ مقتدی جہری قرأت کر سکتا ہے۔ جبکہ شوافع کے نزدیک مقتدی کیلئے جہری قرأت جائز نہیں ہے

(3) یہ حدیث کثیر صحیح مشہور احادیث کے خلاف ہے جن میں حضور علیہ السلام نے مطلقاً امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ لہذا وہ احادیث راجح ہیں۔

عقلی دلیل احناف کے مذہب پر۔

تمام آئمہ کرام کا اتفاق ہے کہ ایک شخص آیا اور اس نے امام کو رکوع میں پایا تو اس شخص نے تکبیر کہی اور رکوع میں شامل ہو گیا۔ تو امام کی قرأت ہی اس کو کفایت کر جائے گی۔ مکان ضرورت کی وجہ کیونکہ رکعت فوت ہونے کا خوف ہے جیسا کہ شوافع کا مذہب ہے اور ہمارے نزدیک تو اس پر قرأت ہی فرض نہیں

لہذا اسے امام کی قرأت ہی کافی ہے
اور اس میں بھی اتفاق ہے کہ
جس نے امام کو رکوع میں پایا اور
تکبیر کہے بغیر شامل ہوگیا تو امام کی
تکبیر اسے کفایت نہیں کرے گی۔
کیونکہ تکبیر کا حالت قیام میں ہونا ضروری
ہے۔ مقام ضرورت میں بھی اور
اس کے علاوہ بھی۔ لہذا معلوم ہوا کہ
جو فرض ہوتا ہے وہ بدلتا نہیں۔
لہذا شوافع کا یہ کہنا کہ امام کے
امام کے پیچھے قرأت فرض ہے اور
جب مقتدی نے امام کو رکوع میں
پایا تو اس سے قرأت مقام ضرورت
کی وجہ سے قرأت ساقط ہوگی
یہ قول درست نہیں۔

اعتراض

اگر کوئی یہ کہے کہ صحابہ
کرام امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے اور
قرأت کا حکم بھی دیتے تھے۔ جیسا کہ
ابن مسلم تیمی سے روایت ہے کہ میں
نے عمر بن خطاب سے امام کے پیچھے

قرأت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا قرأت کرو۔ میں نے عرض کیا اگرچہ آپ کے پیچھے نماز پڑھوں تو فرمایا اگرچہ میرے پیچھے نماز پڑھوں میں نے عرض کی اگرچہ آپ قرأت کر رہے ہوں۔ فرمایا اگرچہ میں قرأت کر رہا ہوں تو تم قرأت کرو۔

اور حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرو کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز پڑھی پس آپ امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے۔ لہذا آپ کا یہ کہنا کہ امام کے پیچھے قرأت کی جائے گی یہ قول درست نہیں۔

جواب

انہی صحابہ سے اس کے برخلاف روایتیں موجود ہیں جیسے کہ عمر بن خطاب سے روایت کہ جو امام کے پیچھے قرأت کرے کاش اس کے منہ میں پتھر ہو اور قاعدہ یہ ہے کہ جب ایک راوی سے منع والی اور حکم والی روایتیں جمع ہو جائیں تو منع والی

راجح ہوتی ہے۔ اور یہ بھی احتمال
ہے کہ حکم والی روایتیں پہلے کی
ہوں اور منع والی بعد کی ہوں
لہذا بعد والی ناسخ ہوں گی۔
اور دیگر صحابہ کرام سے بھی روایتیں
موجود ہیں جو اس پر دلالت کرتی
ہیں کہ قرأت خلف الامام منع ہے
جیسا کہ ابن مسعود سے روایت ہے
کہ جو امام کے پیچھے قرأت کرے اس
کا منہ مٹی سے بھر دو۔

باب التخفيف في الصلاة عمل فيه تکبیر

رکوع میں جاتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے تکبیر کہنا سنت ہے یا نہیں؟

اختلاف آئمہ۔

عمر بن عبدالعزیز + محمد بن سیرین
سالم بن عبداللہ + سعید بن جبیر۔

ان تمام حضرات کے نزدیک رکوع میں جاتے ہوئے تکبیر نہیں ہے البتہ رکوع سے اٹھتے ہوئے سنت ہے

دلیل۔

عبدالرحمن بن ابزی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے سرکار علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھی تو سرکار علیہ السلام تکبیر مکمل نہیں کرتے تھے

آئمہ اربعہ کا مذہب

ان کے نزدیک تمام ارکانِ نماز میں جاتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے تکبیر کہنا سنت ہے۔

دلیل اول۔

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ ہم کو حضرت ابو ہریرہ رض نے

نے نماز پڑھائی پس آپ جھکتے ہوئے
اور اٹھتے ہوئے تکبیر کہتے تھے۔ پھر میں
ابن عباس کے پاس آیا اور ان کو
اس معاملہ کی خبر دی تو ابن عباس
نے فرمایا نے فرمایا کیا یہ سرکار علیہ السلام
کی سنت نہیں ہے؟
(یہ استفہام تقریری ہے یعنی کہ یہی سنت ہے)

دلیل ثانی۔

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ
حضرت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں۔
کہ میں نے رسول اللہ کو دیکھا کہ
آپ ہر جھکنے اور اٹھنے میں تکبیر
کہتے تھے۔

نوٹ۔

یہ احادیث ہمارے نزدیک
عبدالرحمن بن ابزی کی حدیث مبارکہ
سے راجح ہیں درج ذیل وجوہ کی وجہ سے
(1) صحت سند کی وجہ سے۔ راویوں
کے ثقہ ہونے کے اعتبار سے قوی ہے
روایات کے اعتبار سے اکثر ہے

(2) صحابہ کرام کا اس پر عمل ہے

(3) آج تک اس پر بغیر اعتراض کے عمل جاری ہے کسی نے رد نہیں کیا

(4) عقلی دلیل بھی اس کی تائید کرتی ہے

دلیل عقلی۔

نماز میں داخل ہونا تکبیر کے ساتھ ہے اسی طرح رکوع سجود سے خروج بھی تکبیر کے ساتھ ہے اور اسی طرح قعدہ سے قیام کرنا تکبیر کے ساتھ ہے ایک حال سے دوسرے حال میں تغیر بالاتفاق تکبیر کے ساتھ ہے۔ اس پر قیاس کرتے ہوئے کہیں گے کہ قیام سے رکوع اور رکوع سے سجدہ میں جانا۔ ایک حالت کو دوسری حالت میں بدلنا ہے لہذا اس میں بھی تکبیر ہوگی۔

(H) Aal

باب التکبیر للرکوع و التکبیر للسجود و الرفع من الرکوع لکل منھا ذلک دفعہ الا

رفع ید ین مستحب ہے یا نہیں۔ اس بارے میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔

امام شافعی + امام احمد بن حنبل

ان حضرات کے نزدیک رفع الدین مستحب ہے۔

احناف + مالکیہ کا موقف۔

ان کے نزدیک رفع الدین مستحب نہیں ہے

دلائل احناف + مالکیہ

(۱) حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ جب حضور علیہ السلام نماز کو شروع کرنے کیلئے تکبیر لیتے تو اپنے ہاتھوں کو بلند فرماتے حتی کہ آپ کے دونوں انگوٹھے کانوں کی لو کے قریب ہو جاتے۔ پھر حضور دوبارہ ایسا نہیں کرتے تھے۔ یعنی ہاتھوں کو بلند نہیں فرماتے تھے

Date: / /20

Day: M T W T F S

دوسری دلیل۔

حضرت علقمہ عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار علیہ سلام پہلی تکبیر میں ہاتھوں کو بلند فرماتے تھے پھر دوبارہ ایسا نہیں کرتے تھے۔

تیسری دلیل۔

حضرت مغیرہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم سے وائل بن حجر کی حدیث حدیث کو بیان کیا۔ کہ وائل بن حجر نے سرکار کو دیکھا کہ جب نماز شروع کرتے تو ہاتھوں کو بلند فرماتے۔ اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے اٹھتے تو ہاتھوں کو بلند کرتے حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اگر وائل نے سرکار علیہ سلام کو ایک دفعہ ایسے کرتے دیکھا تو عبداللہ بن مسعود نے (50) مرتبہ ایسے نہ کرتے ہوئے دیکھا ہے

امام شافعی کے دلائل اور ان کے جواب

حضرت علی کی حدیث مع جواب۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ

سے روایت ہے کہ جب سرکار علیہ السلام
فرض نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر
کہتے اور اپنے ہاتھوں کو کندھوں کے
برابر بلند کرتے اور اسی کی مثل
ہی کرتے جب قرأت مکمل کرتے۔ اور
جب رکوع کا ارادہ کرتے اور جب رکوع
سے اٹھتے اور قعدہ کی حالت میں
ہاتھوں کو بلند نہیں فرماتے تھے۔ اور
جب دو سجدوں سے کھڑے ہوتے تو ہاتھوں
کو بلند فرماتے اور تکبیر کہتے۔

جواب

یہ حدیث کمزور ہے کیونکہ اس
حدیث کو ابو زناد نے حضرت علی
سے روایت کیا ہے جبکہ حضرت علی
کے بقیہ شاگردوں نے اس کو روایت
نہیں کیا۔
اگر اس حدیث کو صحیح مان بھی
لیا جائے تو یہ منسوخ ہوگی۔ کیونکہ
حضرت علی کا عمل اس کے خلاف ہے
اور جب راوی کا قول اور عمل
متضاد ہو تو اس کو دلیل بنانا درست نہیں

عاصم بن کلیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں پہلی تکبیر میں ہاتھوں کو بلند فرماتے پھر اس کے بعد ایسا نہیں کرتے تھے۔

ابن عمر کی روایت۔

حضرت جابر سے روایت ہے کہ میں نے سالم بن عبداللہ کو دیکھا کہ آپ نماز کے شروع میں تین مرتبہ اپنے ہاتھوں کو کندھوں کے برابر تک اٹھاتے تھے۔ اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اس کی مثل کرتے میں نے سالم سے اس کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابن عمر کو ایسے ہی ایسے کرتے دیکھا اور ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار علیہ السلام کو ایسے کرتے دیکھا ہے۔

جوابات

یہ حدیث مبارکہ منسوخ ہے کیونکہ ابن عمر کا عمل اس کے خلاف ہے

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے
ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی۔ پس
آپ نے تکبیر اولیٰ کے علاوہ نماز میں
ہاتھوں کو بلند نہیں کرتے تھے۔
اگر کوئی یہ کہے حضرت مجاہد کی روایت
منکر ہے تو اس سے دلیل طلب کی
جائے گی اور ان کے پاس کوئی دلیل
نہیں ہوگی۔ تو دعویٰ بغیر دلیل کے
قابل قبول نہیں ہوتا
اور اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت طاؤس
نے ابن عمر کو ویسے ہی کرتے دیکھا
جیسا انہوں نے سرکار سے روایت کیا
(یعنی رفع الیدین کرتے دیکھا)
اس سے کہا جائے گا کہ ابن عمر کا
یہ عمل نسخ پر حجت قائم ہونے سے
پہلے کا ہے جب رفع الیدین کے
نسخ پر حجت قائم ہوگئی تو
آپ نے رفع الیدین کو ترک فرما
دیا۔ ابن عمر کے دونوں فعلوں
کو یوں تطبیق دی جائے گی۔

ورنہ اکثر روایات کا ساقط ہونا لازم
آئے گا۔ سرکار صلی اللہ علیہ سلام نے
جو آخری نماز ادا فرمائی اس میں
رفع الدین نہیں کیا تھا۔ لہٰذا
اس سے معلوم ہوا کہ رفع الدین
والا عمل منسوخ ہے۔

نوٹس

شرح معانی الآثار

مؤلف

حضرت علامہ مولانا

محترم جناب حافظ

حمزہ ارشد

جامعۃ المدینہ گوجرانوالہ

رابطہ نمبر = (0321-6142602)